بسم اللہ الرحمن الرحیم

محبت سب کیلئے۔ نفرت صرف مخرج (Leper) کیلئے۔

دنیا کے قدیم امراض میں ایک مرض جذام، کوڑھ یا لپر سی ہے۔ اس بیماری میں مبتلا مریضوں کو انگلش سلینگ میں لیپرز Lepers اور اردو میں کوڑھی کہا جاتا ہے۔ تاریخ کے مطالعہ سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ جزام یا کوڑھ کی بیماری کے آثار سب سے پہلے ۱۵۵۰ قبل مسیح میں مصر میں ملتے ہیں۔ یہ بیماری آج بھی دنیا میں پائی جاتی ہے۔ اگرچہ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک سے اس بیماری کا خاتمہ ہو چکا ہے لیکن ترقی پذیر اور پسماندہ معاشروں میں یہ بیماری اب تک موجود ہے۔ پاکستان میں ۱۹۶۰ کی دھائی میں اس بیماری میں مبتلا لوگوں کی تعداد ہزاروں میں تھی اور یہ بیماری بہت تیزی سے بڑھ رہی تھی۔ ۱۹۶۰-۷۰ کی دہائیوں میں ایک جرمن فزیشن ڈاکٹر روتھ فاؤ نے پاکستان میں اس بیماری کو کنٹرول کرنے میں نہایت ہی اہم اور فیصلہ کن کردار انجام دیا۔

یہ بیماری جس میں جلد موٹی اور کالی ہونا شروع ہو جاتی ہے. ہاتھوں کی انگلیاں جھڑنا اور جسم میں پیپ پڑھ جاتی ہے۔ چہرہ مسخ ہو جاتا ہے۔ اور بھیانک شکل اختیار کر لیتا ہے کو ہمیشہ خدا تعالیٰ کی طرف سے عذاب سمجھا جاتا رہا اور یہ گمان کیا جاتا رہا کہ یہ بیماری موروثی طور پر نسل در نسل نابکار خاندانوں کو اپنا شکار بناتی ہے اور اُن پر عذاب کی صورت میں نازل ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں اور خاندانوں کو معاشرہ سے فوری طور پر الگ کر کے اُنہیں شہر اور آبادیوں سے دور دھکیل دیا جاتا تھا۔

بائبل سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کوڑھ کے مریضوں کو شفا دیا کرتے تھے آپ علیہ اسلام اُن کھائیوں میں جایا کرتے تھے جن میں یہودی کوڑھیوں کو دھکیل دیتے تھے۔ ان کوڑھیوں کو آبادیوں کے قریب بھی پھٹکنے نہیں دیا جاتا تھا اور ان کے عزیزوں اقارب کو بھی ان کوڑھیوں کے ساتھ ہی ان کھائیوں میں مرنے کیلئے دھکیل دیا جاتا تھا۔ اس بات پر یقین کیا جاتا تھا کہ جزام یا کوڑھ خداوند کے عذاب کے طور پر ان کے برے اعمال کی وجہ سے ان پر اُتری ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ اسلام ان کوڑھ زدہ لوگوں سے حسن سلوک فرماتے تھے۔ اور بعض کو آپ کی دعاؤں کے طفیل شفا بھی نصیب ہوئی۔

بنی اسرائیل کے زمانے میں ہمیں کوڑھ کی دو اقسام دیکھنے کو ملتی ہیں۔ ایک جس کو tuberculoid leprosy جو کہ کم خطرناک ہوتی ہے۔ جس میں دوسروں کو لگنے کے کم امکانات ہوتے ہیں۔ دوسری lepromatous leprosy جو تیزی سے پھیلتی ہے اور دوسروں کو بھی infect کر لیتی ہے۔ اس قسم میں جسم گھلنا شروع ہو جاتا ہے ہاتھ کی انگلیاں جھڑنا شروع ہو جاتی ہیں۔ جسم سے نہایت ہی گندی بدبو آتی ہے۔ کوھڑی اپنے جسم اور ہڈیوں کو بچانے کیلئے اپنے جسم، خاص کر چہرے پر بڑی بڑی پٹیاں باندھ لیتے تھے۔

کسی زمانے میں جب یورپ تاریکی کا شکار تھا یہاں بھی کوڑھ کے مریضوں کے ساتھ نہایت ہی ناراواں سلوک کیا جاتا تھا۔ کوڑھیوں کو خاص لباس پہننے کو دیئے جاتے تھے۔ اُنہیں راستے کے ایک الگ طرف رکھا جاتا تھا جسکا تعین ہوا کی سمت سے کیا جاتا تھا۔ کوڑھیوں کے ہاتھ میں ایک گھنٹی تھمادی جاتی تھی جو کسی راہ گذر کے آنے پر اس کو ہوشیار کرنے کیلئے بجائی جاتی تھی۔

پاکستان میں ۶۰ کی دھائی میں کوڑھ یا جزام کے مریضوں کو ایک چار دیواری کے پیچھے محصور کر دیا جاتا تھا۔ ان کے اپنے رشتہ دار نہ صرف ان سے اپنے منہ موڑ لیتے تھے بلکہ اس بات کا ذکر کرنا بھی گوارا ہرگز نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ اس بات کا پتا چلنے پر کہ اس خاندان میں کوئی کوڑھ زدہ ہے باقی افراد خاندان بھی لوگوں کی نفرت کا شکار ہو جاتے تھے۔ اور جب لوگ ان چار دیواری کے پاس گذرتے تھے جن کے پیچھے ان کوڑھیوں کو دھکیل دیا جاتا تھا تو اپنے چہروں کو ڈھانپ لیتے اور زبان سے استغفار کرتے گذرتے تھے۔ بعض خدا ترس لوگ روٹی کے ٹکڑے دور ہی سے پھینک دیا کرتے تھے۔ پاکستان میں یہ کوڑھ کے مریض یا تو خودکشی کر لیا کرتے تھے یا ان چار دیواری کے پیچھے سسک سسک کر اپنی موت کا انتظار کیا کرتے تھے۔

۱۸۸۰ میں جیراڈ ہنسن Gerahard Hansen ایک ناروینجئن ڈاکٹر نے اس بیماری کا جرثومہ mycobacterium laprae کو دریافت کیا۔ جس کی مدد سے نہ صرف اس بیماری کو سمجھنے میں مدد ملی بلکہ اس کا علاج بھی دریافت ہوا اور اس طرح اس بیماری کے بارے صدیوں سے قائم myths کو بھی معاشرے سے دور کرنے میں آسانی ہوئی۔ جرمن فزیشن ڈاکٹر روتھ فاؤ نے ناصرف پاکستان میں اس بیماری کو کنٹرول کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا بلکہ لوگوں میں یہ شعور بھی پیدا کیا کہ اس بیماری میں مبتلا لوگ نہ تو خدا کے کسی عذاب کا شکار ہیں اور نہ ہی ان لوگوں کا اخراج اور مقاطعہ ضروری ہے۔ یہ ان عظیم لوگوں کی کاوشیں ہی تھیں کہ آج دنیا کے کسی بھی ملک میں اس بیماری میں مبتلا کسی بھی شخص کے ساتھ کسی قسم کا نہ تو اخراج اور نہ ہی مقاطعہ کیا جاتا ہے۔ اور نہ ہی ان لوگوں کو ان کے خاندانوں سمیت کھائیوں میں دھکیلا جاتا ہے۔ اس بیماری کو لپرسی کی بجائے Hansen disease کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

جماعت قادیان میں اُن افراد کے ساتھ جو کسی سیاسی یا مذہبی تنازعہ کی بناء پر اخراج از نظام جماعت کی سزا پاتے ہیں اُن کیساتھ وہ سلوک رواں رکھا جاتا ہے جو قبل از مسیح میں جزام یا کوڑھ کے مریضوں کے ساتھ اسرائیلی یہودی رواں رکھتے تھے۔ اخراج کا پروانہ جاری ہوتے ہی محمودی نظام مخرجوں کو کوڑھ کا مریض سمجھ کر اُن کو کوڑھیوں کی طرح فوری طور پر خلافت کے پروانوں سے دور کر دیتا ہے۔ ساری دنیا میں ان کے مقاطعے کے اعلانات کروا کر اُن سے ہوشیار رہنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ دنیا کی تمام جماعتوں کے صدور کو مخرجوں کے ناموں کی تفصیل پہنچائی جاتی ہے۔ تا وہ جہاں کہیں بھی جائے فوری طور پر پہچانے جائے اور اُن کے سائے کو بھی دوسروں پر نہ پڑھنے دیا جائے۔ شوہر کے اخراج کے ساتھ اُس کی بیوی کو بھی کوڑھ زدہ قرار دے دیا جاتا ہے۔

ماسوائے اگر بیوی فوری طور نظام جماعت سے رجوع کرے اور مخرج سے علیحدگی کا فیصلہ کرلے۔ مخرج کے جو بچے نابالغ ہوتے ہیں انہیں بھی کوڑھ زدہ قرار دے دیا جاتا ہے اور وہ بچے جو بلوغت کی عمر کو پہنچ چکے ہوتے ہیں انہیں جماعت کے ٹارچر خانے میں بلا کر اُن سے اُن کے ماں باپ کے مقاطع کا عہد لیا جاتا ہے۔ بصورت دیگر اُن کو بھی کوڑھیوں کے ساتھ ہی کھائی میں دھکیل دیا جاتا ہے اور دوسرے قادیانیوں کو ہوشیار رہنے کی تلقین کر دی جاتی ہے۔

مخرج وہ ناپسندیدہ افراد ہوتے ہیں جو قادیانی جماعت میں اختلاف رائے کا شکار ہوتے ہیں۔ یا کسی جماعتی عہدیدار کی دشمنی کا نشانہ بنتے ہیں۔ لیکن ان میں سب سے زیادہ خطرناک وہ ہوتے ہیں جو محمودی جماعت میں مروجہ عقائد کے خلاف یا تو بغاوت کرتے ہیں یا ان میں بغاوت کرنے کے جرثومے پائے جاتے ہیں۔ جس طرح بنی اسرائیل میں جزام یا کوڑھ کی دو اقسام پائی جاتی تھی بالکل اسی طرح قادیانی محمودی جماعت بھی مخرج دو طرح کے ہوتے ہیں ایک جو ذاتی چپقلش کے نتیجے میں کسی عہدیدار کے عتاب کا نشانہ بنتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ زیادہ infective نہیں ہوتے اور نہ ہی موروثی ہوتے ہیں۔ لہذا نظام اور دوسروں کو ان سے کوئی زیادہ خطرہ نہیں ہوتا۔ اس قسم کے لوگ عام طور پر اپنی گردنوں میں معافی کی تختیاں لٹکائے احباب قادیانی جماعت سے درخواست دعا برائے معافی اور جماعتی عہدیداروں سے منت اور سماجت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کو ایک کنارے لگا دیا جاتا ہے پر کھائی میں پوری طرح نہیں دھکیلا جاتا۔ اور یہ لوگ معافی کے خطوط پہ خطوط تحریر کرنا شروع کر دیتے ہیں جب تک معافی نہیں ہو جاتی۔

دوسری قسم نہایت ہی سنگین ہوتی ہے اس میں وہ مخرج شامل ہوتے ہیں جو عقائد کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور اُن میں سوال کرنے کی جرأت اور چنگاری پیدا ہو جاتی ہے۔ جو تیزی سے اُن لوگوں تک پھیلنے کا رجحان رکھتی ہے جو قبروں میں دبے پڑھے ہیں اور یہ چنگاری نہ صرف ان کے اندر ایک جرأت پیدا کر دیتی ہے بلکہ دوسروں کو بھی اپنی لپیٹ میں لینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ یہ بیماری نہ صرف موروثی پھیلاؤ کی صلاحیتیں رکھتی ہے بلکہ چھوت کی بیماری کی مانند ایک دماغ سے دوسرے دماغ میں بھی پھیل سکتی ہے۔ جماعت قادیان اس دوسری قسم سے نہایت ہی سختی سے نمٹنے کیلئے وہی حربے استعمال کرتی ہے جو مصری اور اسرائیلی (lepromatous Lepers) کوڑھ کے مریضوں سے نمٹنے کیلئے استعمال کرتے تھے۔ لہذا ان مخرجوں کو کوڑھ کے مریضوں کی طرح دوسرے افراد جماعت سے فوری طور پر الگ کر دیا جاتا ہے- اور جماعت کے دیگر لوگوں کو ان سے کسی قسم کا کوئی بھی تعلق رکھنے کی سخت ممانعت کر دی جاتی ہے۔ ایسے خاندان جن میں مخرج پیدا ہو جاتے ہیں کی سخت نگرانی کی جاتی ہے کہ کوئی ان سے جماعتی قوانین کے خلاف کسی قسم کا کوئی تعلق تو نہیں رکھے ہوئے ہے۔ اگرچہ مخرجوں پر یہ پابندی نہیں ہوتی کہ وہ سڑک کے کس کنارے چلے پر البتہ افراد جماعت ان مخرجوں کو دیکھ کر اپنی سمت تبدیل کر لیتے ہیں۔ اگر سامنا کرنا پڑ ہی جائے تو اپنے منہ کو پھیر لیتے ہیں۔ اگر کوئی مخرج بس میں بیٹھا ہوا ہے تو کوشش کی جاتی ہے کہ اُس کے ساتھ سفر نہ کیا جائے۔ ان افراد جماعت کو یہ ہدایت ہوتی ہے کہ یہ مخرج خدا تعالیٰ کے سزا یافتہ ہیں لہذا ان سے نفرت کرنا واجب ہے۔ نظام اپنے ممبرز سے کہتا ہے کہ ان سے نفرتیں اس لئے ضروری ہیں تا انہیں احساس ہو کہ وہ گیا سنگین گناہ کر بیٹھے ہیں۔ اگر کوئی مخرج کسی

دنیاوی تکلیف یا صدمے کا شکار ہو جائے تو اس کو خدا کی طرف سے سزا قرار دیا جاتا ہے اور نظام اُسے اپنے ممبرز کے سامنے عبرت کے نشان کے طور پر پیش کرتا ہے تا دوسرے اس سے سبق سیکھیں۔ مخرجوں کے بارے میں یہ تاثر دیا جاتا ہے، چونکہ یہ مخرج نظام خلافت سے باہر ہیں لہذا اب ان کا کوئی پرسان حال نہیں اور یہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی مول لے چکے ہیں۔ ان پر اخراج کی سزا در حقیقت خدا کی لعنت قرار دی جاتی ہے۔ لہذا ایسے شخص کا مرنا اور جینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اگر کوئی مخرج کسی خلافتی کی شادی کی تقریب میں شرکت کر لے تو شادی کی تقریب اس وقت تک شروع نہیں ہوتی جب تک مخرج کو اس محفل سے نکال نہیں دیا جاتا۔ نہ تو کوئی محمودی کسی مخرج کی خوشی اور غم میں شریک ہو سکتا ہے اور نہ ہی کسی مخرج کو اپنی کسی خوشی یا غم میں شرکت کا دعوت نامہ دے سکتا ہے۔

کسی بھی محمودی کو ہرگز یہ اجازت نہیں ہوتی کہ وہ اپنی مرضی سے اِن کوڑھ زدہ مخرجوں سے ہمکلام ہو سکے سوائے اُن کے جو ان پر اور ان کے خاندانوں کی نگرانی پر مامور ہوتے ہیں اگر یہ مخرج مر جائے تو محمودی جماعت کے خاندانوں میں ان کی رسومات ادا نہیں ہو سکتی اور نہ ہی کوئی محمودی ان میں شریک ہو سکتا ہے۔ پاکستان میں جہاں ۶۰ کی دھائی میں جسمانی کوڑھیوں کو ایک چار دیواری کے پیچھے محصور کر دیا جاتا تھا تو کچھ لوگ اظہار ہمدردی کے طور پر دور سے روٹی کے ٹکڑے پھینک دیا کرتے تھے۔ پر محمودی جماعت میں کسی مخرج سے کسی قسم کا لین دین یا ہمدردی کرنے والے پر بھی فرد جرم عائد کر دی جاتی ہے۔

جماعت قادیان مخرجوں کے ساتھ جو سلوک کرتی ہے اُس کی مثال آج کی ترقی یافتہ دنیا میں کہیں بھی نہیں ملتی۔ وہ سلوک جو کوڑھ کے مریضوں کے ساتھ زمانہ قبل مسیح میں ہوا کرتا تھا وہی سلوک آج قادیانی جماعت امریکا، کینیڈا اور یورپ میں اپنے مخرجوں یعنی ناپسندیدہ افراد کے ساتھ کرتی ہے اور اُنہیں یا تو ترسا ترسا کے مار دیا جاتا ہے یا پھر اُنہیں غلیظ شیطانی عہدیداروں کے حوالے کر دیا جاتا ہے جو سر بازار اُن کی عزت نفس کو اُچھالتے ہیں اور انہیں دوسروں کیلئے عبرت کا نشان بناتے ہیں۔ اور یہ سارے ظلم "محبت سب کیلئے۔ نفرت کسی کیلئے نہیں" کے منافقانہ نعرے کے نیچے نام نہاد خلیفہ وقت کی زیر نگرانی کروائے جاتے ہیں۔

انشاءاللہ وہ دن دور نہیں جب یورپ اور امریکا کے لوگ عنقریب ان ہیبت ناک سزاؤں سے آگاہ ہونگے اور مغرب کے امن پسند لوگوں پر "محبت سب کیلئے" کے دوغلے نعرے کی ٹھیک ٹھیک قلعی کھلے گی۔ اور یہ بھیڑیا صفت جماعت جو خرگوش کا لبادہ اُوڑھ کر مذہب کے نام پر امن اور سلامتی کے چرچے کرتی ہے اور دنیاوی فائدے حاصل کرتی ہے کی حقیقت مغربی ایوانوں اور عدالتوں پر آشکار ہوگی۔ اور ان نظامی اور خلافتی مجرموں کی راہ ظاہر ہو گی۔ اور اس کے ساتھ جماعت میں قبروں میں دبے لوگ اس شیطانی نظام کے شکنجہ سے آزاد ہونگے اور دین حق کا شرف ان لوگوں پر ظاہر ہو گا جو زندگی کے خواہاں ہیں۔ و کان امر مقضیاً۔

خاکسار ڈاکٹر مقصود احمد

اَمیر جماعت احمدیہ اصلاح پسند برطانیہ۔ ۲۰ فروری ۲۰۱۶ء